"اختلاف الحدیث" میں امام شافعی کے اصولِ رفعِ تعارض: ایک تحقیقی مطالعہ

A Study of *Imam Shāf'i's* Principles of Disagreement in *"Ikhtilāl al-Ḥadīth"*

* **Muhammad Sana Ullah**

** Dr. **Hafiz Muhammad Shabbir**

Abstract

The art of Mukhtalif al-hadiths has a special importance in the sciences of hadith. Different scholars of art played their role in the promotion of this art and formulated principles and rules to remove the contradictions of hadiths. In the light of which, it was helpful to remove the contradictions of hadiths and to accept and reject them. Among these great personalities, the first name is that of Imam Muhammad bin Idris Al-Shafa'i, may God bless him and grant him peace. Imam Shafi'i has the status of inventor in the art of Mukhtalif ul hadiths. His great masterpiece on this art is his famous work "Ikhtilaf ul-Hadith". This is the book thanks to which you introduced this knowledge and its rules and regulations as an art to the scholars, commentators and mujtahidins. "Ikhtilaf ul-Hadith"is not only the first book to be written in this art, but it is also a permanent book in the explanation of the principle of hadith. The uniqueness of this book includes the fact that this book is as its name. This means that just as Imam Shafi'i named it "Ikhtilaf ul-Hadith"in the same way he collected material in it according to this name.There are total 79 chapters in this book of Imam Shafi'i. The order of which is contrary to the order of the chapters of jurisprudence books. In the chapters of this book, Imam Shafi'i has sometimes considered the

* *PhD Scholar Islamic Studies, The University of Lahore, Lahore*

** Assistant Professor of Islamic studies, *The university of Lahore, Lahore*

term of jurisprudence and the principle of jurisprudence. Imam Shafi'i has not mentioned only two conflicting hadiths in each chapter, but has mentioned all the hadiths related to these chapters which seem to contradict each other in some way or the other. Further, all the evidences related to these hadiths have also been mentioned. Since Imam Shafi'i collected a collection of conflicting hadiths in this book. Imam Shafi'i formulated three basic rules to remove the mutual contradictions of the hadiths in this book. Among which the first rule is implementation, the second rule is abrogation, while the third rule is priority. Therefore, in the light of these rules, Imam Shafi's attempt to resolve the conflict has been reviewed.

Keywords: Imam Shafi, Hadiths, contradictions of hadiths, Ikhtilaf ul-Hadith, abrogation

تمہید

فن مختلف الحدیث کو علوم حدیث میں ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ اس فن کی ترویج میں مختلف علماءِ فن نے اپنا کردار ادا کیا اور احادیث کے باہمی تعارض کو دور کرنے کے لیے اصول و قواعد وضع کیے۔ جن کی روشنی میں احادیث کے باہمی تعارض کو دور کرنے اور ان کے قبول ورد میں مدد ملی۔ ان عظیم شخصیات میں سب سے پہلا نام امام محمد بن ادریس الشافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ امام شافعی کو فن مختلف الحدیث میں موجد کا درجہ حاصل ہے۔ اس فن پر آپ کی عظیم شاہ کار، آپ کی مایہ ناز تصنیف "اختلاف الحدیث" ہے۔ یہ وہ کتاب ہے جس کی بدولت آپ نے محدثین، مفسرین اور مجتہدین کے ہاں اس علم اور اس کے اصول وضوابط کو ایک فن کے طور پر متعارف کروایا۔ "اختلاف الحدیث" اس فن میں لکھی جانے والی نہ صرف پہلی کتاب ہے بلکہ اصول حدیث کی شرح وبسط میں یہ ایک مستقل کتاب بھی ہے۔ اس کتاب کے تفردات میں یہ بات شامل ہے کہ یہ کتاب اسم با مسمی ہے۔ مطلب یہ کہ جس طرح امام شافعی نے اس کا نام "اختلاف الحدیث" رکھا اسی طرح اس نام کے مطابق ہی اس میں مواد جمع فرمایا۔ امام شافعی کی اس کتاب میں کل 79 ابواب ہیں۔ جن کی ترتیب فقہی کتب کے ابواب کی ترتیب کے برعکس ہے۔ امام شافعی نے اس کتاب میں موجود ابواب میں تو کبھی صورت مسئلہ اور کبھی کوئی فقہ واصول فقہ کی اصطلاح کا اعتبار کیا ہے۔ امام شافعی نے ہر باب میں صرف دو متعارض احادیث ہی ذکر نہیں کی بلکہ ان ابواب کے متعلق وہ تمام احادیث ذکر کر دی ہیں جو کسی نہ کسی جہت سے باہم متعارض ومتناقض لگتی ہیں۔ مزید ان احادیث سے متعلق جملہ شواہد بھی ذکر فرما دیئے ہیں۔ چونکہ امام شافعی نے اس کتاب میں متعارض احادیث کا ذخیرہ جمع فرمایا ہے۔ امام شافعی نے اس کتاب احادیث کے باہمی تعارض کو دور کرنے کے لیے تین بنیادی اصول وضع کیے۔ جن میں سے پہلا اصول تطبیق ہے دوسرا اصول تنسیخ جبکہ تیسرا اصول ترجیح کا ہے۔ چنانچہ انھیں اصولوں کی روشنی میں امام شافعی کی رفع تعارض کی کاوش کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

امام شافعی کے اصول تطبیق

قاعدہ جمع

دو مختلف احادیث میں جب تعارض واقع ہو تو امام شافعی سب سے پہلے ان دونوں میں جمع و تطبیق کی کوشش کرتے ہیں۔ انہوں نے اس کے لیے جمع کا اصول متعین کیا ہے تاکہ دونوں احادیث میں مطابقت پیدا ہو جائے چنانچہ آئندہ سطور میں جمع کے اصول اور اس حوالے سے امام شافعی کی محدثانہ کاوش کا جائزہ لیتے ہیں۔ پہلے ہم جمع کے لغوی اور اصطلاحی معنی کو جانیں گے، اس کے بعد رفع تعارض میں اصول جمع کا جائزہ لیں گے۔

جمع کا لغوی معنی

جمع کا لغوی معنی ہے ادھر ادھر سے چیزوں کو اکٹھا کرلینا۔"الذی جمع من ھھنا وھھنا وإن لمْ یجعل کالشئ الواحد" "ادھر ادھر سے چیزوں کو اکٹھا کرلینا اگرچہ وہ مل کر ایک چیز نہ بھی بنے پھر بھی وہ جمع ہے۔"[1] جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:" أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَلَّنْ نَجْمَعَ عِظَامَهُ "[2] امام زمخشری اس آیت کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:والمعنی: نجمعها بعد تفرقها ورجوعها رميما ورفاتا مختلطا بالتراب، وبعد ما سفتها الرياح وطيرتها في أباعد الأرض" "ہم ان ہڈیوں کو بکھر جانے کے بعد اکٹھا کرلیں گے باوجود اس کے کہ یہ ہڈیاں ریزہ ریزہ ہوچکی ہوں، مٹی میں مل کر مٹی ہوگئی ہوں یا ہوا ان ہڈیوں کے ذرات کو دور دراز کی زمین میں بکھیر دے پھر بھی ہم ان تمام کو اکٹھا کرلیں گے۔"[3] ابن جریر طبری اس آیت کا معنی بیان کرتے ہیں:"یقول تعالى ذكره: أيظنّ ابن آدم أن لن نقدر على جمع عظامه بعد تفرّقها" "اللہ تعالی فرماتا ہے کہ کیا ابن آدم گمان کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیوں کے بکھر جانے کے بعد جمع کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔"[4] اس ساری بحث سے معلوم ہوا کہ جمع کا لغوی معنی متفرق اشیاء یا چیزوں کو ایک جگہ اکٹھا کرنا۔ وہ تمام چیزیں مل کر ایک نہ بھی ہوں پھر بھی وہ جمع ہی ہے۔

جمع کی اصطلاحی تعریف

جمع کی اصطلاحی تعریف درج ذیل ہے:"دو متعارض، مقبول ایک زمانے کی احادیث پر اس طرح عمل کرنا کہ ان محمول صحیح ہو اور اس طریقے سے تعارض بھی رفع ہو جائے۔" جمع کی بیان کردہ تعریف میں درج ذیل باتیں قابل غور ہیں:

متعارض روایات میں جمع

اس کا مطلب ہے کہ جمع کی صورت ایسی ہو کہ جس سے دونوں احادیث پر عمل ہو جائے۔ ان میں سے دونوں یا ایک پر عمل نہ ہوسکے تو یہ نسخ یا ترجیح کی قسم سے ہے۔ دونوں پر اکٹھے عمل ہو جائے تو یہ بات بہتر ہے اس بات سے کہ ایک یا دونوں پر عمل نہ ہو۔

دونوں احادیث قابل حجت ہوں

دونوں احادیث مقبول کی قسم سے ہوں گی تو ان میں جمع کیا جائے گا۔ اگر دونوں مردود کی قسم سے ہیں تو جمع کی ضرورت ہی نہیں اور اگر ایک مردود اور ایک مقبول ہو تو مردود کو چھوڑ کر مقبول پر عمل کیا جائے گا۔

دونوں کا زمانہ ایک ہو

متعارض احادیث اگر ایک زمانے کی ہوں گی تو ان میں جمع کرنے کی کوشش کی جائے گی اور اگر ایک پہلے کی اور دوسری بعد کی ہو تو یہ ناسخ منسوخ کی قسم سے ہے جمع کی قسم سے نہیں۔

ایک معنی پر محمول کرنا

دونوں احادیث کو کسی ایسے معنی پر محمول کیا جائے کہ جس پر دونوں احادیث ہر اعتبار سے متفق ہوں یا کم از کم کسی ایک پہلو سے متفق ہو جائیں۔

محمول کیا گیا معنی صحیح ہو

جمع کی صورت میں دونوں احادیث کو جس معنی پر محمول کیا گیا ہے وہ معنی دین میں صحیح اور قابل قبول ہو۔ دین کے قواعد اور اصولوں کے مخالف نہ ہو۔

جمع سے تعارض رفع ہو جائے

دونوں احادیث میں تطبیق دینے کی جو کوشش کی گئی ہے اس سے تعارض حقیقی طور پر ختم بھی جائے۔ اگر تعارض ہی رفع نہیں ہو رہا تو اس جمع کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

امام شافعی کا اصول جمع

احادیث متناقضہ و متعارضہ سے رفع تناقض کے لیے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جن اصول و قواعد کا سہارا لیتے ہیں ان کی ترتیب کچھ اس طرح ہے: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی عادت کریمہ کچھ اس طرح ہے کہ دو یا دو سے زائد احادیث متعارضہ کے درمیان جہاں تک ممکن ہو سکے دلائل کی بنیاد پر جمع کی صورت پر عمل کرتے ہیں۔ یعنی دونوں احادیث کے مفاہیم و مطالب کے لیے کسی ایسے علاقہ کا انتخاب کرتے ہیں کہ جس سے دونوں احادیث متعارضہ و متناقضہ کے معانی و مفاہیم میں موافقت و مطابقت ثابت ہو جاتی ہے جس سے احادیث متناقضہ سے تناقض و تعارض ختم ہو جاتا ہے۔ اس طرح احادیث متناقضہ و متعارضہ میں جمع و تطبیق دینے کے اعتبار سے جمع کی مختلف اقسام وجود میں آتی ہیں جنہیں محدثین و مفسرین اور فقہاء احادیث متناقضہ و متعارضہ کے درمیان مطابقت و موافقت کے لیے مستعمل کرتے ہیں۔ جمع کی اقسام درج ذیل ہیں:

1: لفظ کے مدلولات میں اختلاف کی وجہ سے جمع
2: حالات کے اختلاف کی وجہ سے جمع
3: محل کے اختلافات کی وجہ سے جمع
4: امر اور نہی میں اختلاف کے بیان کرنے کی بناء پر جمع
5: دو عام حدیثوں کے درمیان جمع
6: دو خاص حدیثوں کے درمیان جمع
7: عموم و خصوص مطلق میں جمع
8: عموم و خصوص من وجہ میں جمع
9: مطلق اور مقید کے بیان میں اختلاف کی وجہ سے جمع

جمع کی مذکورہ تمام اصطلاحات و اقسام کا کسی ایک کتاب میں پایا جانا ضروری نہیں ہے۔ یہ تفصیل صرف اس لیے بیان کر دی گئی ہے کہ محدثین احادیث متناقضہ و متعارضہ کے درمیان سب سے پہلے اس اصول پر نظر کرتے ہیں کہ دو متعارض احادیث کے مدلولات و احوال اور محلات وغیرہ میں تطبیق ہو جائے تاکہ کسی بھی حدیث کے معانی کو لغو ہونے سے بچایا جا سکے حالانکہ ایسا ہو نہیں سکتا۔ جو حدیث مرفوع اور جملہ علل سے محفوظ ہے اس کا کوئی نہ کوئی مورد و محل ضرور ہے مگر انسانی اذھان چونکہ متفاوت ہیں اس لیے فقہائے عظام اور محدثین کرام نے احادیث

متناقض کے معانی و مفاہیم کے اختلافات سلجھانے کے لیے مختلف اصول و قواعد وضع کیے ہیں جن میں سے ایک جمع کا اصول ہے جو مختلف اقسام کی طرف کھلتا ہے۔ مختلف مواضع میں مختلف حالات و کیفیات کے اعتبار سے جمع کی مذکورہ اقسام استعمال ہوتی ہیں۔

اختلاف الحدیث اور اصول جمع

جمع کی مذکورہ اقسام میں سے جو قسم "اختلاف الحدیث" از امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ میں ہمیں ملتی ہے اس کی مثال حسب ذیل ہے جس میں عام اور خاص کا قاعدہ مستعمل ہوا ہے۔ امام شافعی اس حدیث کے لیے جو باب ترتیب دیتے ہیں وہ یہ ہے: "بَابُ جَرْحِ الْعَجْمَاءِ جُبَارٌ"[5]

پہلی حدیث

چنانچہ امام شافعی حدیث نقل فرماتے ہیں:"حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا الشَّافِعِيُّ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيِّبِ، وَأَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «الْعَجْمَاءُ جَرْحُهَا جُبَارٌ»"حضرت ربیع بن سلیمان جو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید ہیں اور اس کتاب "اختلاف الحدیث" کے راوی ہیں۔ اپنی پوری سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جانور (چوپائے) کے زخمی کرنے کا کوئی مالی معاوضہ نہیں ہے۔"[6]

دوسری حدیث

اس حدیث کے مخالف و متعارض ایک اور حدیث پاک نقل فرماتے ہیں:"حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا الشَّافِعِيُّ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حَرَامِ بْنِ سَعْدِ بْنِ مُحَيِّصَةَ، أَنَّ نَاقَةً لِلْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ دَخَلَتْ حَائِطًا لِقَوْمٍ فَأَفْسَدَتْ فِيهِ، فَقَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ عَلَى أَهْلِ الْأَمْوَالِ حِفْظَهَا بِالنَّهَارِ، وَمَا أَفْسَدَتِ الْمَوَاشِي بِاللَّيْلِ فَهُوَ ضَامِنٌ عَلَى أَهْلِهَا "حضرت ربیع بن سلیمان روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی پوری سند کے ساتھ یہ روایت ہمارے سامنے بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی اونٹنی کسی کے باغ میں داخل ہو گئی اور وہاں کافی نقصان پہنچایا (یہ خبر جب رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں عرض کی گئی) تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے لیے یہ حکم فرمایا: "مال دار لوگوں کی ذمہ داری ہے کہ دن کے وقت اپنے مالوں کی حفاظت کریں اور جانوروں کے مالک کی ذمہ داری ہے کہ رات کے وقت اپنے مال کی حفاظت کریں اور جو رات کے وقت جانوروں نے کسی کا نقصان کر دیا تو اس کے ذمہ دار جانوروں کے مالک ہوں گے۔"[7]

دونوں احادیث میں وجہ تعارض

یہ دونوں احادیث مبارکہ باہم اس طرح متعارض ہیں کہ پہلی حدیث جس کے راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں، میں ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ جانوروں کے نقصان کرنے سے اگر کوئی چیز تلف ہو جاتی ہے تو اس تلف شدہ چیز کا تاوان جانور کے مالک پر عائد نہیں ہو سکتا۔ اب حدیث مبارکہ میں یہ حکم عام ہے کہ چاہے جانور کسی کا نقصان رات کے وقت کرے یا دن کے وقت کرے۔ لہٰذا اس کے مالک کو تلف شدہ چیز کا ضامن نہیں ٹھہرایا جائے گا۔ حدیث براء بن عازب رضی اللہ عنہ میں حکم مذکورہ حدیث ابوہریرہ کے مخالف ہے۔ اس کے مطابق رات کے وقت جانور نقصان کرے تو اس نقصان کا ازالہ مالک سے کیا جائے گا۔

رفع تعارض

حدیث براء بن عازب میں تلف شدہ چیز کا حکم ایک اعتبار سے حدیث ابو ہریرہ جیسا ہے اور ایک جہت میں اس کے مخالف ہے یعنی دونوں حدیثوں میں عموم و خصوص مطلق کی نسبت واقع ہو رہی ہے۔ نسبت عموم و خصوص سے کیا مراد ہے، تفہیم کے لیے پہلے ہم وہ بیان کرتے ہیں۔

عموم و خصوص مطلق

نسبت عموم و خصوص مطلق یہ ہے کہ دو کلیوں میں سے ایک تو دوسری کے تمام افراد پر صادق آئے لیکن دوسری اس پہلی کے تمام افراد پر صادق نہ آئے۔ بلکہ بعض افراد پر صادق آئے۔ جیسے کُلُ انسانٍ حیوانٌ۔ کیونکہ ہر انسان تو حیوان ہے لیکن ہر حیوان انسان نہیں بلکہ بعض حیوان انسان ہیں۔ (8) عموم و خصوص مطلق کی مذکورہ تعریف کو مد نظر رکھتے ہوئے اب ان متعارض احادیث پر غور کریں تو معلوم ہو گا کہ کسی چیز کا تلف کسی جانور کی وجہ سے دو حال سے خالی نہیں ہے کہ

1۔ وہ تلف رات کے وقت واقع ہوا ہے۔

2۔ وہ تلف دن کے وقت واقع ہوا۔

بصورت اول: اگر تلف رات کے وقت واقع ہوا ہے تو اس تلف شدہ شے کا ذمہ دار جانور کا مالک ہو گا اور اسے تاوان ہر حال میں دینا ہو گا۔ اس لیے کہ رات کے وقت جانوروں کی حفاظت کرنا نبی پاک ﷺ کے قول کے مطابق مالک کی ذمہ داری ہے، چونکہ اس نے اپنے فرض میں غفلت و کوتاہی کی ہے لہذا اس کو تاہی اور غفلت کی بدولت تلف شدہ شے کی قیمت اس کو تاوان کے طور پر دینا ہی ہو گی۔

بصورت ثانی: اگر یہ تلف دن کے وقت ہوا ہے یعنی دن کے وقت جانور نے کسی کھیت یا فصل میں گھس کر تباہی مچادی اور فصل کو نقصان پہنچایا تو جانور کے مالک کو ضامن قرار نہیں دیا جائے گا اور نہ ہی کوئی تاوان اس پر عائد ہو گا۔ اس لیے کہ اصحاب مزارعت اپنی فصل اور کھیتی کی حفاظت کے مکلف ہیں۔ ان کی ذمہ داری ہے کہ دن کے وقت اپنے مال کی حفاظت کریں مگر چونکہ دن کے وقت اپنے مال کی حفاظت سے یہ بھی غافل رہے تو ان کی غفلت پر انہیں بھی نقصان کا قصوروار ٹھہرایا جائے گا۔

خلاصہ رفع تعارض

حدیث اول میں ضمان کی نفی کا حکم عام ہے جو دن اور رات دونوں اوقات کو محیط ہے مگر حدیث ثانی میں ضمان کی تخصیص بعض احوال کے ساتھ متعلق ہے لہذا جب وہ حالت پائی جائے گی تو ضمان واجب ہو گا۔

مذکورہ احادیث متعارضہ میں رفع تناقض

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "اختلاف الحدیث" میں مذکورہ احادیث متعارضہ سے رفع تناقض کے لیے جمع کے اصول و قواعد میں سے ایک اصول "عام وخاص میں جمع یعنی عموم و خصوص میں جمع کو استعمال کرتے ہیں۔"

قاعدہ

"إذا كان أحد الحديثين المتعارضين عامّا في مدلوله والآخر خاصّا في مدلوله" "دو احادیث متعارضہ میں سے کسی ایک کا اپنے مدلول میں عام اور دوسری کا اپنے مدلول میں خاص ہونا۔" (9)

حکم

"فالحكم في هذا أن يصار إلى تخصيص الحديث العام فی دلالته بالحديث الخاص في دلالته " "حدیث عام کے حکم کو حدیث خاص کی طرف پھیر دیا جائے گا۔" (10) "فَأَخَذْنَا بِهِ لِثُبُوتِهِ بِاتِّصَالِهِ وَمَعْرِفَةِ رِجَالِهِ، قَالَ: وَلَا يُخَالِفُ هَذَا الْحَدِيثُ حَدِيثَ: «الْعَجْمَاءُ جَرْحُهَا جُبَارٌ»

، وَلَكِنَّ «الْعَجْمَاءُ جَرْحُهَا جُبَارٌ» جُمْلَةٌ مِنَ الْكَلَامِ الْعَامِّ الْمَخْرَجِ الَّذِي يُرَادُ بِهِ الْخَاصُّ، فَلَمَّا قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الْعَجْمَاءُ جَرْحُهَا جُبَارٌ» ، وَقَضَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا أَفْسَدَتِ الْعَجْمَاءُ بِشَيْءٍ فِي حَالٍ دُونَ حَالٍ، دَلَّ ذَلِكَ عَلَى أَنَّ مَا أَصَابَتِ الْعَجْمَاءُ مِنْ جَرْحٍ وَغَيْرِهِ فِي حَالٍ جُبَارٌ، وَفِي حَالٍ غَيْرُ جُبَارٍ، قَالَ وَفِي هَذَا دَلِيلٌ عَلَى أَنَّهُ إِذَا كَانَ عَلَى أَهْلِ الْعَجْمَاءِ حِفْظُهَا ضَمِنُوا مَا أَصَابَتْ، فَإِذَا لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِمْ حِفْظُهَا لَمْ يَضْمَنُوا شَيْئًا مِمَّا أَصَابَتْ، فَيَضْمَنُ أَهْلُ الْمَاشِيَةِ السَّائِمَةِ بِاللَّيْلِ مَاأَصَابَتْ مِنْ زَرْعٍ، وَلَا يَضْمَنُونَهُ بِالنَّهَارِ، وَيَضْمَنُ الْقَائِدُ وَالرَّاكِبُ وَالسَّائِقُ؛ لِأَنَّ عَلَيْهِمْ حِفْظَهَا فِي تِلْكَ الْحَالَةِ، وَلَا يُضَمَّنُونَ لَوِ انْفَلَتَتْ" ترجمہ: "پس ہم نے اس بات کے ثبوت کے لیے حدیث کے اتصال اور اس کے رجال کی معرفت کو دیکھا۔ آپ فرماتے ہیں یہ حدیث "الْعَجْمَاءُ جَرْحُهَا جُبَارٌ" کے مخالف نہیں ہے ہاں اس حدیث "الْعَجْمَاءُ جَرْحُهَا جُبَارٌ" میں تمام کلام عام ہے مگر اس سے مراد خاص لی گئی ہے۔ پس جہاں رسول اللہ ﷺ نے "الْعَجْمَاءُ جَرْحُهَا جُبَارٌ" ارشاد فرمایا اور چوپائے کے نقصان کرنے کا فیصلہ فرمایا وہ دو مختلف حالتیں ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جو زخم اور نقصان چوپائے کی وجہ سے ہوا ہے ان میں ایک حالت جبار اور دوسری غیر جبار۔ اور اس میں دلیل یہ ہے کہ جانور کا مالک اس کے ساتھ ہو اور جانور کسی کا نقصان کر دے تو جانور کا مالک ضامن ہو گا پس جانور کا مالک رات کو ذمہ دار قرار دیا جائے گا جب وہ جانور رات کو نقصان کرے اور دن کے وقت نقصان پر ضامن نہ ہو گا اور (یاد رہے) ضامن صرف جانور چرانے اور ہانکنے والا ہو گا اس لیے کہ وہ اس حالت میں جانور کا محافظ ہے۔ اور وہ ضامن نہیں ہوں گے اگر جانور چھوٹ جائے۔"[11]

امام شافعی کے اصولِ تنسیخ

قاعدہ نسخ

اگر دو متعارض احادیث میں جمع ممکن نہ ہو تو امام شافعی اس صورت میں رفع تعارض کے لیے اصول نسخ کو استعمال کرتے ہیں۔ اصول تنسیخ کو جاننے سے پہلے ہم تحت السطور "نسخ" کا لغوی اور اصطلاحی معنی جانیں گے، اس کے بعد اصول تنسیخ کا جائزہ لیں گے۔

تعریف

لغوی طور پر نسخ کا اطلاق دو معانی پر ہوتا ہے:

1۔ مٹا دینا، باطل کرنا اور ختم کرنے کے معنی میں۔

۲۔ نقل کرنا اور تبدیل کرنے کے معنی میں۔

جو نسخ ختم کرنے اور باطل کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اس کی دو قسمیں ہیں:

ا۔ کسی دوسری چیز میں تبدیل کر دینا

۲۔ بغیر تبدیل کیے نسخ

1۔ کسی دوسری چیز میں تبدیل کر دینا

ایک چیز کا دوسری چیز میں تبدیل ہو جانا، ایک کی نیابت میں دوسری چیز کا آجانا۔ جیسے کہا جاتا ہے: "نَسَخَتِ الشَّمْسُ الظِّلَّ" "سورج نے سایہ ہٹایا اور وہ ہٹ گیا۔"[12] سائے کے زائل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی جگہ پر سورج آگیا اور سایہ ختم ہو گیا۔ اسی طرح کہا جاتا ہے: "نَسَخَ الشَّيبُ الشَّبَابَ"[13] "بڑھاپے نے جوانی کو تبدیل کر دیا"۔ اسی طرح "تَنَاسُخُ الْمَوَارِيثِ"[14] اصل ورثہ کے تقسیم ہونے سے پہلے ہی وارث کا فوت ہو جانا اور اس کی جگہ پر اس کے وارث کا آجانا۔

2۔ بغیر تبدیل کیے نسخ

اس سے مراد یہ ہے کہ کسی چیز کا اٹھ جانا، باطل ہو جانا اور ختم ہو جانا اس طرح سے کہ اس کی جگہ پر کوئی دوسری چیز نہ آئے۔ جیسے کہا جاتا ہے: "نَسَخَتْ الرِّيحُ الْآثَارَ" "ہوا نے نشان مٹا دیے۔"[15] نقل کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسے: "نسخت الْكتاب أَي نقلت مَا فِيهِ إِلَى كتاب آخر "[16] "اس سے مراد یہ ہے کہ ناسخ نے اس کتاب کو اپنے اوراق میں منتقل کر دیا ہے۔" اس میں اس کتاب کو مٹا دینے یا ضائع کرنے کا معنی نہیں ہے۔ اسی وجہ سے علماء نے نسخ کے بارے میں اختلاف کیا ہے کہ کیا نسخ دونوں قسموں پر حقیقی طور پر ہوتا ہے یا ایک میں حقیقی اور دوسرے میں مجازی طور پر ہوتا ہے۔ علماء کی ایک جماعت نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ نسخ ازالہ میں حقیقت اور نقل میں مجاز ہے جبکہ کچھ علماء کا موقف اس کے برعکس بھی ہے۔

قرآن کریم میں نسخ کا معنی

قرآن پاک میں نسخ کا لفظ ان مذکورہ بالا تمام معانی کے لیے استعمال ہوا ہے۔

نسخ بدل

نسخ بدل کی مثال اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے: "مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا أَوْ مِثْلِهَا"[17] ابن جریر طبری اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: " الله جل ثناؤه بقوله: (ما ننسخ من آية) : ما ننقل من حكم آية، إلى غيره فنبدله ونغيره. وذلك أن يحول الحلال حراما، والحرام حلالا والمباح محظورا، والمحظور مباحا. ولا يكون ذلك إلا في الأمر والنهي، والحظر والإطلاق، والمنع والإباحة. فأما الأخبار، فلا يكون فيها ناسخ ولا منسوخ. وأصل"النسخ" من"نسخ الكتاب"، وهو نقله من نسخة إلى أخرى غيرها. فكذلك معنى"نسخ" الحكم إلى غيره، إنما هو تحويله ونقل عبارته عنه إلى غيرها" "اللہ تعالی کی اس آیت سے مراد یہ ہے کہ ہم اسے تبدیل کر دیتے ہیں اس طرح کہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال بنا دیتے ہیں۔ اسی طرح ناجائز کو جائز اور ناجائز کو جائز قرار دیتے ہیں۔ اس نسخ کا تعلق امر، نہی اور حلال و حرام سے ہوتا ہے اور کتاب سے نسخ کرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کو کسی دوسری چیز پر نقل کر لینا اور یہی معنی حکم کے نسخ کا ہوتا ہے اور وہ یہ کہ اسے تحویل کر دینا اور اس کی عبارت کو کسی اور چیز میں نقل کر دینا۔"[18] جار اللہ زمخشری نے اس آیت کا معنی یوں بیان کیا ہے: "والمعنى أن كل آية يذهب بها على ما توجبه المصلحة من إزالة لفظها وحكمها معا، أو من إزالة أحدهما إلى بدل أو غير بدل نَأْتِ بآية خير منها للعباد، أى بآية العمل بها أكثر للثواب أو مثلها في ذلك" ترجمہ: "ایسی ہر آیت میں مصلحت جس چیز کا تقاضہ کرتی ہے الفاظ اور حکم دونوں کے منسوخ ہونے کا۔ ازالہ بدل یا غیر بدل کا تو ہم بندوں کے لیے اس سے بہتر آیت لے آتے ہیں یعنی ایسی آیت جس پر عمل کا زیادہ ثواب ملتا ہے یا اسی جیسا ہی ثواب ملتا ہے۔"[19]

نسخ غیر بدل

نسخ غیر بدل کی مثال جس میں حکم بالکل ختم کر دیا جاتا ہے۔ اللہ عزوجل کا یہ قول ہے: "وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّى أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ فَيَنْسَخُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللَّهُ آيَاتِهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ"[20] امام زمخشری نے اس کا معنی یوں بیان کیا ہے: "فَيَنْسَخُ اللَّهُ ما يُلْقِي الشَّيْطانُ أى يذهب به ويبطله" ترجمہ: "اللہ تعالی شیطان کی ڈالی ہوئی چیز کو لے جاتا ہے، باطل کر دیتا ہے۔"[21] قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "بِالْبَرَاهِينِ وَالْإِجْمَاعِ عِصْمَتَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ جَرَيَانِ الْكُفْرِ عَلَى قَلْبِهِ أَوْ لِسَانِهِ لَا عَمْدًا وَلَا سَهْوًا أَوْ أَنْ يَتَشَبَّهَ عَلَيْهِ مَا يلقيه الملك مما يُلْقِي الشَّيْطَانُ، أَوْ يَكُونَ لِلشَّيْطَانِ عَلَيْهِ سَبِيلٌ، أو أَنْ يَتَقَوَّلَ عَلَى اللَّهِ لَا عَمْدًا وَلَا سَهْوًا مَا لَمْ يَنْزِلْ عَلَيْهِ" ترجمہ: "براہین اور اجماع سے یہ بات ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا

دل اور زبان کفر کے جاری ہونے سے محفوظ ہیں۔ ایسا نہ تو جان بوجھ کر ہو سکتا ہے اور نہ ہی غلطی سے۔ اور یہی معاملہ ہے اس بارے میں جو فرشتہ آپ کی طرف القا کرتا ہے اور جو شیطان القا کرتا ہے کہ اس شیطان کے لیے کوئی راستہ نہیں ہے اور نہ ہی یہ بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ وحی کے بغیر اللہ کے بارے میں کوئی بات کریں، نہ عمداً اور نہ سہواً۔ یعنی اللہ تعالی شیطان کی غلط بات کو فرشتے کے ذریعے ختم کروا دیتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے لیے وحی الٰہی کے بغیر کچھ کہنا ممکن ہی نہیں ہوتا۔"[22]

نقل کے معنی میں

اللہ عزوجل کا یہ قول اس کی دلیل ہے: "هَذَا كِتَابُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ إِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ"[23] ابن جریر طبری اس آیت کا معنی یہ بیان کرتے ہیں: "إنا كنا نستكتب حفظتنا أعمالكم، فتثبتها في الكتب وتكتبها"[24] ترجمہ: "یقینا ہمارے فرشتے تمہارے اعمال کو لکھ لیتے ہیں اور اسے کتاب میں باقی رکھتے ہیں۔" امام زمخشری کہتے ہیں: "إِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ الملائكة ما كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ أى نستكتبهم أعمالكم" ترجمہ: "یقینا ہمارے فرشتے تمہارے اعمال کو لکھ لیتے ہیں۔"[25] اس سے معلوم ہوا کہ نسخ نقل کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

نسخ کی اصطلاحی تعریف

نسخ کی اصطلاحی تعریف کے حوالے سے تین قول معتبر ہیں جن سے نسخ کی اصطلاحی تعریف کو بخوبی سمجھا جا سکتا ہے: "هُوَ عِبَارَةٌ عَنْ رَفْعِ الشَّارِعِ حُكْمًا مِنْهُ مُتَقَدِّمًا بِحُكْمٍ مِنْهُ مُتَأَخِّرًا" ترجمہ: "وہ نام ہے شارع کا بعد والے حکم کے ذریعے پہلے حکم کو اٹھا لینا۔"[26] "والنَّسْخُ: رَفْعُ تَعَلُّقِ حُكْمٍ شرعيٍّ بدليلٍ شرعيٍّ متأخرٍ عنه" ترجمہ: "کسی مسئلہ سے متعلق شرعی حکم کو بعد والی شرعی دلیل کے ساتھ ختم کر دینا۔"[27] "بَيَانٌ مَحْضٌ لِمُدَّةِ الْحُكْمِ الْمُطْلَقِ الَّذِي كَانَ مَعْلُومًا عِنْدَ اللَّهِ تَعَالَى إِلَّا أَنَّهُ أَطْلَقَهُ فَصَارَ ظَاهِرُهُ الْبَقَاءَ فِي حَقِّ الْبَشَرِ فَكَانَ تَبْدِيلًا فِي حَقِّنَا بَيَانًا مَحْضًا فِي حَقِّ صَاحِبِ الشَّرْعِ" ترجمہ: "کسی مطلق حکم کی مدت کو بیان کرنا جو کہ اللہ تعالی کو معلوم تھی لیکن یہ انسان کے حوالے سے مطلق ہوئی ہوتی ہے کہ قیامت تک یہی حکم ہے۔ پھر اللہ تعالی اس مدت کے ختم ہونے پر نیا حکم دے دیتا ہے جو ہمارے اعتبار سے تو تبدیلی ہے لیکن شارع کے اعتبار سے صرف بیان ہی ہے۔"[28] نسخ کی اصطلاحی تعریف جاننے کے بعد اس کی شرائط ملاحظہ کریں:

نسخ کی شرائط

نسخ کی شرائط درج ذیل میں بیان کی جاتی ہیں:

ناسخ خطاب شرعی ہو

اس شرط سے موت نکل جائے گی کہ موت احکامات کے وجوب کے لیے ناسخ نہیں ہے بلکہ موت کی وجہ سے انسان مکلف ہی نہیں رہتا۔ لہذا سقوط تکلیف ہے نا کہ ناسخ۔

منسوخ کوئی حکم شرعی ہو

اس شرط سے عقلی احکام نکل گئے جن کی بنیاد براءۃ اصلیہ ہوتے ہیں اور براءۃ اصلیہ سے ثابت ہونے والے احکام منسوخ نہیں ہو سکتے۔ جس حکم کی بنیاد کوئی شرعی دلیل ہو گی وہ ہی منسوخ ہو سکتے ہیں۔

منسوخ کسی محدود زمانے کے ساتھ مقید نہ ہو

اگر منسوخ کسی وقت کے ساتھ مقید ہو گا تو وہ وقت گزرنے کے ساتھ اس پر عمل بھی ختم ہو جائے گا۔ اسے ہم نسخ نہیں کہہ سکتے۔

منسوخ پہلے ہو اور ناسخ بعد میں ہو

ناسخ کے لیے ضروری ہے کہ وہ منسوخ سے پہلے نہ ہو اور نہ ہی اکٹھے ایک زمانے میں ہوں۔ اگر ناسخ پہلے ہو گا تو منسوخ کا مقصد ہی ختم ہو جائے گا اور اگر دونوں ایک ہی وقت میں ہوں تو اس وقت دونوں حدیثوں میں سے ایک میں شرط، صفت یا استثناء کا بیان ہو گا۔ ان چیزوں کے بیان کو تخصیص کہتے ہیں نسخ نہیں۔

ناسخ اور منسوخ قوت میں برابر ہوں یا ناسخ قوی ہو

حجیت اور دلیل کے اعتبار سے ناسخ کا مضبوط ہونا ضروری ہے یا کم از کم منسوخ کے برابر درجے کی ہو۔ اور اگر منسوخ قوی ہو تو پھر نسخ واقع نہیں ہو سکتا کیونکہ ضعیف کے ساتھ صحیح کو منسوخ نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں اگر اس کمزور دلیل کے توابع اور شواہد مل جائیں اور دیگر قرائن سے وہ مضبوط ہو جائے تو پھر وہ بھی ناسخ بن سکتی ہے۔

منسوخ کا نسخ صحیح اور ممکن ہو

بعض مسائل ایسے ہیں جنہیں منسوخ نہیں کیا جا سکتا جیسا کہ توحید وغیرہ۔ ان میں نسخ واقع ہو ہی نہیں سکتا۔ اسی طرح اخبار کا نسخ بھی درست نہیں ہے کیونکہ خبر دینے والے کو جھوٹا یا سچا تو کہا
جا سکتا ہے، خبر کو منسوخ قرار نہیں دیا جا سکتا۔

امام شافعی کا قاعدہ نسخ

دو متعارض و متناقض احادیث میں جب جمع و تطبیق کی کوئی صورت نظر نہ آئے تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پھر ان احادیث کے احکام کو دیکھتے ہیں۔ اس حیثیت سے کہ ان احادیث کے بارے میں ناسخ منسوخ کا کیا حکم ہے؟ آیا رسول اللہ ﷺ سے ان احادیث میں سے کسی حدیث کے بارے میں نسخ ثابت ہے یا نہیں۔ پھر اگر مذکورہ احادیث متناقضہ و متعارضہ میں سے کسی کے بارے میں نسخ ثابت ہو جائے تو دلائل کی بناء پر ناسخ حدیث کو اختیار کر لیتے ہیں اور منسوخ حدیث کو ترک کر دیتے ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مایہ ناز کتاب "اختلاف الحدیث" میں ایک باب باندھتے ہیں: "بَابُ الْحِجَامَةِ لِلصَّائِمِ" یہ باب ہے روزہ دار کے پچھنے لگوانے کے بیان میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ دو متناقض و متعارض احادیث سے "قاعدہ نسخ" کے مطابق تناقض و تعارض رفع فرماتے ہیں۔

پہلی حدیث

"حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ، قَالَ: حَدَّثَنَا الشَّافِعِيُّ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي الْأَشْعَثِ الصَّنْعَانِيِّ، عَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ زَمَانَ الْفَتْحِ، فَرَأَى رَجُلًا يَحْتَجِمُ لِثَمَانِ عَشْرَةَ خَلَتْ مِنْ رَمَضَانَ، فَقَالَ وَهُوَ آخِذٌ بِيَدِي: «أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُومُ»" "حضرت شداد بن اوس فرماتے ہیں کہ میں فتح مکہ کے موقع پر نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھا پس آپ ﷺ نے ایک شخص کو سینگی لگواتے ہوئے دیکھ جبکہ رمضان المبارک کے اٹھارہ روزے گزر چکے تھے، پس آپ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: "سینگی لگانے اور لگوانے والے دونوں نے اپنا روزہ توڑ لیا ہے"۔"(29)

دوسری حدیث

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: "أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ عَنْ مِقْسَمٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ احْتَجَمَ مُحْرِمًا صَائِمًا" ترجمہ: بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے اس حال میں پچھنے لگوائے کہ آپ نے احرام بھی باندھا ہوا تھا اور روزہ بھی رکھا ہوا تھا۔"(30) ان بظاہر متعارض و متناقض احادیث کا اجمالی تعارف کچھ اس طرح ہے:

"ایک حدیث میں روزہ کی حالت میں سینگی لگوانے سے روزہ فاسد ہونے کا حکم ہے۔ جب کہ دوسری حدیث میں اس بات کی تصریح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے روزہ کی حالت میں سینگی لگوائی۔ یہ دونوں احادیث بظاہر ایک دوسرے کے مخالف نظر آتی ہیں۔"

وجہ تعارض

دونوں احادیث میں تعارض و تناقض کی وجہ یہ ہے کہ حدیث شداد بن اوس رضی اللہ عنہ میں حجامہ یعنی پچھنے لگوانے سے روزہ فاسد ہونے کا حکم ہے۔ جبکہ دوسری روایت میں جو کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں بحالت روزہ سینگی لگانے کا ثبوت ہے۔ پہلی حدیث پاک جو کہ حضرت شداد سے مروی ہے کہ مطابق سینگی سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور دوسری روایت کے مطابق روزہ نہیں ٹوٹتا۔

رفع تناقض میں قاعدہ نسخ پر عمل

مذکورہ احادیث متعارضہ ومتناقضہ سے تعارض کو رفع کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "سَمَاعُ ابْنِ أَوْسٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ عَامَ الْفَتْحِ، وَلَمْ يَكُنْ يَوْمَئِذٍ مُحْرِمًا، وَلَمْ يَصْحَبْهُ مُحْرِمًا قَبْلَ حَجَّةِ الْإِسْلَامِ، فَذِكْرُ ابْنِ عَبَّاسٍ حِجَامَةَ النَّبِيِّ عَامَ حَجَّةِ الْإِسْلَامِ سَنَةَ عَشْرٍ، وَحَدِيثُ «أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُومُ» فِي الْفَتْحِ سَنَةَ ثَمَانٍ قَبْلَ حَجَّةِ الْإِسْلَامِ بِسَنَتَيْنِ" **"حضرت ابن اوس رضی اللہ عنہ کا رسول اللہ ﷺ سے سماع فتح مکہ کے موقع پر ہے۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ محرم (یعنی احرام باندھے ہوئے) نہ تھے۔ اور حضرت ابن اوس رضی اللہ عنہ کو اس سے قبل رسول اللہ ﷺ کی حالت احرام میں صحبت میسر نہ آئی۔ پس جو حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ذکر کی ہے وہ دس ہجری کو خطبہ حجۃ الوداع کے موقع کی ہے اور حدیث «أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُومُ» حجۃ الوداع سے دوسال قبل فتح مکہ کے موقع کی ہے۔"**[31]

حکم

سینگی لگانے اور لگوانے سے فساد صوم کا حکم سابق و منسوخ ہے جبکہ حالت روزہ میں پچھنے لگوانے کا اثبات و اجازت حضور ﷺ کے عمل مبارک سے ثابت ہے جو کہ متاخر ہے۔ لہذا اس حکم کی روشنی میں تقدیم و تاخیر کو سامنے رکھتے ہوئے امام شافعی کے اصول تنسیخ کی روشنی میں دو متعارض احادیث کا تعارض رفع ہو جاتا ہے۔

امام شافعی کے اصول ترجیح

قاعدہ ترجیح

رفع تعارض کے لیے امام شافعی کے بیان کردہ اصول تطبیق اور اصول تنسیخ کے بعد تحت السطور اصول ترجیح کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔ اس ضمن میں اولاً ترجیح کا لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کیا جاتا ہے، اس کے بعد اس حوالے سے امام شافعی کے اصول ترجیح کا جائزہ پیش کیا جائے گا۔

لغوی تعریف

ترجیح کا مادہ (ر،ج،ح) ہے۔ **جس کے معنی ہیں:** رجح: الرَّاجِحُ: الوازِنُ. ورَجَحَ الشيءَ بِيَدِهِ: وَزَنه ونَظر مَا ثِقْلُه. أَرْجَحْتُ لِفُلَانٍ يَرْجَحُ ويَرْجِحُ ويَرْجُحُ رُجوحاً ورَجَحاناً ورُجْحاناً، ورَجَح الْمِيزَانُ يَرْجَحُ ويَرْجِحُ ويَرْجُحُ رُجْحاناً: مَالَ۔ **"ترجیح دینا، دوسرے کے مقابلے میں وزن دار بننا، ہاتھ سے اٹھا کر دیکھنا کہ کتنا وزن ہے، فلاں کو میں نے وزنی قرار دے دیا۔ یہ باب فتح سے ہو یا باب ضرب سے، مصدر رجوحا یا رجحان تمام کا معنی بھاری ہونا ہے۔ ملنے کے معنی میں بھی آتا ہے۔"**[32] "ترَجَّحَتْ الأُرْجوحَةُ بالغلام" **"جھولے نے بچے کو جھولا دیا۔"**[33]

اصطلاحی تعریف

ترجیح کی اصطلاحی تعریف میں علماء کا اختلاف ہے۔

علامہ کمال بن ہمام

کمال بن ہمام نے اس کی تعریف یوں کی ہے: "التَّرْجِيحُ: فِعْلُ إِظْهَارِ الزِّيَادَةِ لِأَحَدِ الْمُتَمَاثِلَيْنِ عَلَى الْآخَرِ" "دو متماثل چیزوں میں سے ایک کے دوسرے پر غلبہ ظاہر کرنے کو ترجیح کہتے ہیں۔"[34]

ابو الحسن الآمدی

ابو الحسن الآمدی نے اس کی تعریف یوں کی ہے: "التَّرْجِيحُ: فَعِبَارَةٌ عَنِ اقْتِرَانِ أَحَدِ الصَّالِحَيْنِ لِلدَّلَالَةِ عَلَى الْمَطْلُوبِ مَعَ تَعَارُضِهِمَا بِمَا يُوجِبُ الْعَمَلَ بِهِ وَإِهْمَالَ الْآخَرِ" ترجمہ: "دو متعارض اور مطلوب پر دلالت کرنے والی چیزوں میں سے ایک کے ساتھ کسی ایسے قرینہ کا ملنا جس کی وجہ سے ان میں سے ایک پر عمل کرنا اور دوسری کا ترک لازم آئے۔"[35] اس تعریف میں بعض باتوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:

- دو ایسی چیزیں ہوں جو مطلوب پر دلالت کرنے کی صلاحیت رکھتی ہوں۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو چیز دلالت کی صلاحیت نہیں رکھتی یا ایک تو صلاحیت رکھتی ہے اور دوسری چیز صلاحیت نہیں رکھتی تو ان میں ترجیح نہیں ہوگی۔

- وہ دونوں آپس میں متعارض ہوں۔ اگر ان میں تعارض نہیں ہے تو ترجیح دینے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔
- ایک پر عمل کرنے کی وجہ سے دوسرے کا ترک لازم آئے۔

جمال الدین الاسنوی

جمال الدین الاسنوی نے ترجیح کی تعریف یوں کی ہے: "الترجيح: تقوية إحدى الأمارتين على الأخرى ليعمل بها" "دو ظنی چیزوں میں سے ایک کو دوسرے پر تقویت دینا تاکہ اس پر عمل کیا جائے۔"[36] یہاں پر دونوں دلیلوں سے مراد ظنی دلیلیں ہیں کیونکہ ترجیح قطعی اور ظنی یا دو قطعی دلیلوں کے درمیان نہیں دی جاتی۔ "لأن الترجيح لا يجري بين القطعيات، ولا بين القطعي والظني"[37]

انہوں نے اپنی تعریف میں یہ بات بیان کی ہے کہ

- ترجیح دو ظنی چیزوں کے درمیان ہوگی۔ یعنی دو قطعی یا ایک ظنی، ایک قطعی چیز میں ترجیح نہیں ہوگی۔
- تاکہ اس پر عمل کیا جائے۔ یہ قید اس لیے لگائی ہے کہ تاکہ وہ چیزیں نکل جائیں جن میں فصاحت کی برتری بیان کی گئی ہے اس کا تعلق اس ترجیح کے ساتھ نہیں جو اصولیوں کے ہاں معروف ہے۔

جہاں تک دو قطعی چیزوں کے درمیان تعارض کے ہونے کی بات ہے تو ان میں حقیقی تعارض ہو ہی نہیں سکتا اور جو تعارض نظر آتا ہے وہ فقط ظاہر اور ہمارے ذہن کی خطا ہوتی ہے۔

ترجیح کی اقسام

محدثین کرام اور آئمہ جرح و تعدیل نے ترجیح کے قاعدے کو نہ صرف قبول کیا ہے بلکہ اسے حجت بھی مانا ہے۔ جس طرح رسول اللہ ﷺ کی احادیث سے تعارض کو رفع کرنے کے لیے دوسرے قواعد کو اختیار کیا ہے اسی طرح قاعدہ ترجیح کو بھی اختیار کیا ہے۔ احادیث نبویہ سے تعارض کو رفع کرنے کے لیے ترجیح کے اہم ہونے کی بھی سب سے بڑی دلیل ہے کہ اس اصول کو تمام اصولیین نے موضوع سخن بنایا ہے اور اس پر پوری طرح بحث کی ہے۔

☆۔۔۔ ابو بکر بن موسی الحارزمی نے اس کی پچاس وجوہات بیان کی ہیں۔ ان پچاس وجوہات کو بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں:

"ثَمَّ وُجُوهٌ كَثِيرَةٌ أَضْرَبْنَا عَنْ ذِكْرِهَا كَيْ لَا يَطُولَ بِهِ هَذَا الْمُخْتَصَرُ" "اس کے علاوہ اور بھی بہت سی وجوہات ہیں جن کو اختصار کی وجہ سے بیان نہیں کیا ہے۔"(38)

☆۔۔۔علامہ زین الدین عبد الرحیم العراقی نے اس کی ایک سو دس وجوہ بیان کی ہیں۔ پھر وہ کہتے ہیں:

"ثم وجوه أخر للترجيح في بعضها نظر" "ان کے علاوہ ترجیح کی مزید صورتیں ہیں جو محل نظر ہیں۔"(39)

☆۔۔۔امام سیوطی نے ان وجوہات کو سات اقسام میں تقسیم کیا ہے۔

"وَقَدْ رَأَيْتُهَا مُنْقَسِمَةً إِلَى سَبْعَةِ أَقْسَامٍ:

الْقِسْمُ الْأَوَّلُ: التَّرْجِيحُ بِحَالِ الرَّاوِي

الْقِسْمُ الثَّانِي: التَّرْجِيحُ بِالتَّحَمُّلِ

الْقِسْمُ الثَّالِثُ: التَّرْجِيحُ بِكَيْفِيَّةِ الرِّوَايَةِ

الْقِسْمُ الرَّابِعُ: التَّرْجِيحُ بِوَقْتِ الْوُرُودِ

الْقِسْمُ الْخَامِسُ: التَّرْجِيحُ بِلَفْظِ الْخَبَرِ

الْقِسْمُ السَّادِسُ: التَّرْجِيحُ بِالْحُكْمِ

الْقِسْمُ السَّابِعُ: التَّرْجِيحُ بِأَمْرٍ خَارِجِيٍّ

☆ پہلی قسم: راوی کے حالات کے اعتبار سے

☆ دوسری قسم: حدیث کو تحمل (محفوظ) کرنے کے اعتبار سے

☆ تیسری قسم: حدیث کی کیفیت کے اعتبار سے

☆ چوتھی قسم: حدیث کے شان ورود کے اعتبار سے

☆ پانچویں قسم: خبر کے لفظ کے اعتبار سے

☆ چھٹی قسم: حدیث کے حکم کے اعتبار سے

☆ ساتویں قسم: خارجی امور کے اعتبار سے "(40)

☆۔۔۔علامہ جمال الدین قاسمی نے اس کی چار اقسام بیان کی ہیں:

"الترجيح قد يكون باعتبار الإسناد وباعتبار المتن وباعتبار المدلول وباعتبار أمر خارج۔

☆پہلی قسم: سند کے اعتبار سے ☆دوسری قسم: متن کے اعتبار سے

☆تیسری قسم: دلالت کے اعتبار سے ☆چوتھی قسم: خارجی امور کے اعتبار سے "(41)

قاعدہ ترجیح

جب دو متعارض ومتناقض احادیث مبارکہ کے معانی ومفاہیم کے مابین جمع ممکن نہ ہو اور ان احادیث میں نہ ہی ناسخ ومنسوخ کا حکم ثابت ہو تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی عادت کریمہ ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ان احادیث متعارضہ ومتناقضہ میں سے ایک کو دوسری پر مندرجہ ذیل علل کی بناء پر ترجیح دے دیتے ہیں:

- پہلی حدیث جسے آپ راجح قرار دیتے ہیں وہ معانی کے اعتبار سے اپنی مقابل حدیث سے قرآن کے معانی ومفاہیم کے زیادہ مشابہ ہوتی ہے۔
- اور اگر قرآن وسنت کے معانی میں سے کسی کے ساتھ قرب واضح نہ ہوسکے تو پھر اس کے معانی پر غور وفکر کرتے ہیں۔ اگر قیاس کی بناء پر اس کی مشابہت اشارۃً یا صراحۃً قرآن وسنت سے ہوجائے تو پھر قیاس کی وجہ سے اس حدیث کو دوسری حدیث پر ترجیح دیتے ہیں۔

مثال

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "اختلاف الحدیث" میں مذکورہ اصول کی بدولت درج ذیل احادیث سے تعارض وتناقض کو رفع کرتے ہیں۔ امام شافعی اپنی کتاب میں باب باندھتے ہیں: "بَابُ الْإِسْفَارِ وَالتَّغْلِيسِ بِالْفَجْرِ" یہ باب سفیدی اور اندھیرے میں نماز فجر پڑھنے کے بیان میں ہے[42]

پہلی حدیث

"عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ قَالَ: «أَسْفِرُوا بِالصُّبْحِ؛ فَإِنَّ ذَلِكَ أَعْظَمُ لِأُجُورِكُمْ» ، أَوْ قَالَ: «لِلْأَجْرِ»" **رافع بن خدیج بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "صبح کی نماز سفیدی میں ادا کرو اس میں تمہارے لیے زیادہ ثواب ہے۔"**[43]

دوسری حدیث

" عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: «كُنَّ نِسَاءٌ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ يُصَلِّينَ مَعَ النَّبِيِّ، وَهُنَّ مُتَلَفِّعَاتٌ بِمُرُوطِهِنَّ، ثُمَّ يَرْجِعْنَ إِلَى أَهْلِهِنَّ مَا يَعْرِفُهُنَّ أَحَدٌ مِنَ الْغَلَسِ»" **حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں: "ہم مسلمان عورتیں مسجد نبوی میں رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں مکمل پردے کے ساتھ نماز ادا کرتیں پھر نماز سے فراغت کے بعد جب اپنے گھروں کو واپس ہوتی تو اس قدر اندھیرا ہوتا کہ اندھیرے وتاریکی کی وجہ سے ہمیں کوئی دیکھنے والا پہچان نہ سکتا تھا۔"**[44]

تعارض کا بیان

ایک حدیث پاک میں نماز فجر اندھیرے میں پڑھنا مستحب وسنت ہے جبکہ دوسری حدیث پاک میں اس کے خلاف سفیدی میں پڑھنا سنت ومستحب ہے۔ پہلی حدیث جو کہ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ صبح کی نماز دن چڑھے پڑھو کیونکہ اس میں تمہارا ہی فائدہ ہے کہ تمہاری نماز کا ثواب بہت زیادہ ہوجائے گا۔ اس حدیث پاک میں دو باتیں قابل غور ہیں:

۱۔ صیغہ امر کے ساتھ حکم کی وضاحت کی گئی ہے۔

۲۔ حکم کی تعمیل پر ثواب کی خوش خبری بھی سنائی گئی ہے۔

اتنے بڑے اہتمام سے ثابت یہ ہوتا ہے کہ نماز سفیدی میں ادا کرنا ہی سنت ومستحب ہے جبکہ دوسری حدیث مبارکہ جو کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ اپنا مشاہدہ بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھ کر جب اپنے گھروں کو لوٹتیں تو اس قدر اندھیرا ہوتا کہ اندھیرے کی وجہ سے کوئی ہمیں پہچان نہ سکتا تھا۔ اب اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز فجر اندھیرے میں پڑھنا سنت ہے۔ حضرت عائشہ سے مروی حدیث کی تائید میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ مزید روایات کی طرف صرف اشارہ کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں: "وَرَوَى زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ عَنِ النَّبِيِّ مَا يُوَافِقُ هَذَا، وَرَوَى مِثْلَهُ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، وَسَهْلُ بْنُ سَعْدٍ السَّاعِدِيُّ، عَنِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ" "حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی روایت حضرت عائشہ صدیقہ

رضی اللہ عنہا کی روایت کے بالکل مترادف و موافق ہے نیز حدیث انس بن مالک رضی اللہ عنہ بھی اسی کی مثل ہے اس کے علاوہ اس حکم میں ایک روایت حضرت سہل بن الساعدی رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔"(45)

قاعدہ ترجیح کا استعمال

"رُوِيَ حَدِيثَانِ مُخْتَلِفَانِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخَذْنَا بِأَحَدِهِمَا، وَذَكَرَ حَدِيثَ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، وَقَالَ: أَخَذْنَا بِهِ؛ لِأَنَّهُ كَانَ أَرْفَقَ بِالنَّاسِ، قَالَ: وَقَالَ لِي: أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَا مُخْتَلِفَيْنِ، فَلِمَ صِرْتَ إِلَى التَّغْلِيسِ؟ قُلْتُ: لِأَنَّ التَّغْلِيسَ أَوْلَاهُمَا بِمَعْنَى كِتَابِ اللَّهِ، وَأَثْبَتُهُمَا عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ، وَأَشْبَهُهُمَا بِجُمَلِ سُنَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَعْرَفُهَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ" "امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دو مختلف احادیث رسول اللہ ﷺ سے مروی ہیں پس ہم نے ان دونوں میں سے ایک لی اور حدیث رافع بن خدیج کو ذکر کر دیا اور جو حدیث ہم نے لی اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں لوگوں پر شفقت کا پہلو زیادہ ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ اگر مجھے کوئی کہے کہ جب دو احادیث مختلف ہوں تو پھر اندھیرے میں نماز پڑھنے والی حدیث کو کیوں اختیار کیا؟ تو میں کہوں گا کہ اندھیرے والی حدیث کا معنی کتاب اللہ کے معنی کے زیادہ قریب ہے اور اہل حدیث کے ہاں زیادہ پختہ ہے اور سنن نبوی ﷺ کا زیادہ مشابہ ہے اور اہل علم کے ہاں زیادہ معروف ہے۔"(46) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ مذکورہ دونوں احادیث مبارکہ صحیح اور مرفوع ہیں اور ان کے معانی و مفاہیم میں تعارض و تناقض واضح ہے مگر اس صورت میں ہم حدیث عائشہ رضی اللہ عنہ کو حدیث رافع بن خدیج پر درج ذیل وجوہ پر ترجیح دیتے ہیں:

۱۔ حدیث عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کتاب اللہ کے معنی کے زیادہ قریب ہے۔

۲۔ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کو اختیار کرنے کی ایک وجہ یہ ہے کہ محدثین نے اسے اس مسئلہ میں زیادہ پختہ و مضبوط قرار دیا ہے۔

۳۔ حدیث عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو حدیث رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ پر اس لیے بھی فوقیت حاصل ہے کہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا اس مسئلہ میں دیگر فرامین رسول اللہ ﷺ کے زیادہ مشابہ ہے۔

۴۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حدیث رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ پر اس لیے ترجیح دی کہ اہل علم کی واضح اکثریت نے اسے اختیار کیا ہے اور اسی پر عمل پیرا ہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کوئی مت سمجھے کہ ہم نے بغیر کسی علت و دلیل کے حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس باب کی باقی احادیث پر ترجیح دی بلکہ حقیقت کچھ یوں ہے کہ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالی ہے: "حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ" "اپنی نمازوں کی حفاظت کرو خصوصا نماز وسطی کی۔"(47) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ قرآن پاک کی اس آیت کریمہ میں جس نماز کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے ہمارے نزدیک وہ نماز فجر ہے لہذا تعمیل حکم اسی میں ہے کہ نماز کی محافظت میں جلدی کی جائے اور وہ اسی صورت ممکن ہے جب نماز کو اس کے پہلے وقت میں ادا کیا جائے۔ لہذا قرآن پاک کی دلیل نقلی سے بھی اشارۃ یہی بات سمجھ آتی ہے کہ نماز اول وقت میں ہی پڑھنا بہتر ہے۔ جب ایسے ہے تو پھر ثابت ہو گیا ہے کہ نماز فجر کو بھی اول وقت میں یعنی اندھیرے میں پڑھنا افضل و سنت ہے اور یہی ہمارا دعوی ہے۔

ترجیح کے لیے دلیل مزید

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس دلیل کی بنیاد ایک حدیث کریمہ کو جسے آپ بغیر سند کے ذکر کرتے ہیں، قرار دیتے ہیں جسے امام ترمذی نے اپنی جامع میں سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھما سے ذکر کیا ہے: "قَالَ رَسُولُ اللَّهِ: «أَوَّلُ الْوَقْتِ

رِضْوَانُ اللَّهِ» " ترجمہ: "پہلا وقت رضائے الٰہی کا وقت ہے۔"[48] جیسا کہ دوسری حدیث مبارکہ میں ہے۔ "وَسُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ؟ فَقَالَ: «الصَّلَاةُ فِي أَوَّلِ وَقْتِهَا»" "رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی گئی یارسول اللہ ﷺ سب سے افضل عمل کونسا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اول وقت میں نماز پڑھنا۔"[49] امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ مذکورہ دونوں احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نماز پہلے وقت میں ہی پڑھنا افضل ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے خود ارشاد فرمایا کہ اول وقت میں نماز پڑھنا نہ صرف نماز کے مرتبہ کے اعتبار سے افضل و بہتر ہے بلکہ تمام اعمال سے افضل عمل اول وقت میں نماز پڑھنا ہے کیونکہ اس میں رضائے الٰہی ملتی ہے۔ اور دوسری بات یہ کہ رسول اللہ ﷺ رضائے الٰہی پر کسی امر کو فوقیت نہ دیتے تھے جو کہ اول وقت میں مضمر ہے۔ نیز یہ یاد رہنا چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ جب رضائے الٰہی کو ہر شے پر ترجیح دیتے تھے جو کہ اول وقت میں مضمر ہے تو یہ کیسے ممکن ہو گا کہ خود کچھ کریں اور دوسروں کو کچھ حکم دیں؟ بہر کیف مذکورہ احادیث مبارکہ اور قرآن پاک کی آیت کریمہ کی روشنی میں یہ واضح ہو گیا کہ نماز اول وقت میں پڑھنے کے چند فوائد ہیں:

☆ رضائے الٰہی	☆ حکم کی تعمیل میں جلدی
☆ نسیان سے نجات	☆ حفاظت نماز
☆ سنت کی پابندی و اتباع	☆ سنت کی پابندی و اتباع

یہ تمام فوائد صرف اور صرف حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کو اختیار کرنے ہی کی بدولت حاصل ہوسکتے ہیں۔ لہٰذا ان فوائد کے حصول کے لیے اور قرآن وسنت کو حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کے زیادہ موافق ہونے میں ہم نے حدیث عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو حدیث رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ پر ترجیح دی۔

خلاصہ کلام

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم نے حدیث براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے تمام پہلوؤں کو بغور دیکھا ہے اس کی سند میں کسی جگہ کہیں بھی انقطاع نہیں ہے، یہ متصل السند حدیث پاک ہے، کوئی ایسی اس میں علت قادحہ نہیں جو حدیث کے مرتبہ کو گرا کر کمزور کردے۔ اس کے علاوہ ہم نے اس کی سند کے رجال پر بھی نظر کی ان میں بھی کسی قسم کا کوئی ایسا عیب نظر نہیں آیا جو حدیث کی صحت و مرتبہ کے مخالف ہو۔ جب یہ حدیث متصل السند اور تام الضبط رواۃ پر مشتمل ہے تو قابل استدلال ہے۔ رہی بات یہ کہ مفہوم کے اعتبار سے حدیث ابوہریرہ کے مخالف ہے تو فرماتے ہیں کہ ایسی بات بھی نہیں ہے بلکہ حدیث ابوہریرہ کے ساتھ یہ بالکل متفق ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ دونوں حدیثوں کے اتحاد و اتفاق پر یوں مہر ثبت کرتے ہیں کہ "قَالَ: وَلَا يُخَالِفُ هَذَا الْحَدِيثُ حَدِيثَ: «الْعَجْمَاءُ جَرْحُهَا جُبَارٌ» ، وَلَكِنَّ «الْعَجْمَاءُ جَرْحُهَا جُبَارٌ» جُمْلَةٌ مِنَ الْكَلَامِ الْعَامِّ الْمَخْرَجِ الَّذِي يُرَادُ بِهِ الْخَاصُّ، فَلَمَّا قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الْعَجْمَاءُ جَرْحُهَا جُبَارٌ» ، وَقَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا أَفْسَدَتِ الْعَجْمَاءُ بِشَيْءٍ فِي حَالٍ دُونَ حَالٍ، دَلَّ ذَلِكَ عَلَى أَنَّ مَا أَصَابَتِ الْعَجْمَاءُ مِنْ جَرْحٍ وَغَيْرِهِ فِي حَالٍ جُبَارٌ، وَفِي حَالٍ غَيْرُ جُبَارٍ، قَالَ: وَفِي هَذَا دَلِيلٌ عَلَى أَنَّهُ إِذَا كَانَ عَلَى أَهْلِ الْعَجْمَاءِ حِفْظُهَا ضَمِنُوا مَا أَصَابَتْ، فَإِذَا لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِمْ حِفْظُهَا لَمْ يَضْمَنُوا شَيْئًا مِمَّا أَصَابَتْ، فَيَضْمَنُ أَهْلُ الْمَاشِيَةِ السَّائِمَةِ بِاللَّيْلِ مَا أَصَابَتْ مِنْ زَرْعٍ، وَلَا يَضْمَنُونَهُ بِالنَّهَارِ، وَيَضْمَنُ الْقَائِدُ وَالرَّاكِبُ وَالسَّائِقُ؛ لِأَنَّ عَلَيْهِمْ حِفْظَهَا فِي تِلْكَ الْحَالَةِ، وَلَا يُضَمَّنُونَ لَوِ انْفَلَتَتْ" **حدیث براء بن عازب حدیث ابوہریرہ کے مخالف نہیں ہے بلکہ اصل بات اس میں یہ ہے کہ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ میں فرمان نبوی ﷺ "العجماء جرحها جبار" عام ہے جب کہ اس سے مراد خاص لیا گیا ہے یعنی**

عبارت کے الفاظ عام ہیں مگر اس میں حالات کے اعتبار سے حکم میں تخصیص ہے۔"(50) پس جب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "الْعَجْمَاءُ جَرْحُهَا جُبَارٌ" "جانور کے نقصان کرنے پر کوئی تاوان اور معاوضہ نہیں ہے۔" یہ خاص حالت اور کیفیت تھی۔ مگر جب حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی اونٹنی کے نقصان کرنے کا سارا قصہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں عرض کیا گیا تو یہ کوئی اور موقع محل تھا جو پہلی حدیث ابو ہریرہ سے مختلف تھا۔ یعنی وقت اور کیفیت و حالت کا اختلاف ہے نہ کہ حکم کا۔ لہذا کیفیت و حالت کا اختلاف حکم کے خلاف نہیں بلکہ احادیث و فقہی مسائل میں اس طرح کی جب کوئی صورت پیدا ہو تو محدثین و فقہاء ایسے مواقع پر دونوں طرح کے احکام و احادیث کے مورد کی احادیث میں جمع کرنے والے قاعدہ کے مطابق دونوں احادیث کے معانی و مفاہیم کی اصل مراد واضح کر دیتے ہیں۔ مذکورہ دونوں احادیث کے بارے میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حالات و کیفیات کا اختلاف حکم کے اختلاف کے منافی نہیں ہے اس لیے کہ مذکورہ دونوں احادیث میں دو کیفیات ہیں۔ اسی طرح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضرت شداد بن اوس کی جس حدیث میں سینگی لگوانے سے فساد صوم کا حکم ہے وہ آٹھ ہجری یعنی فتح مکہ کے موقع کی ہے۔ جس کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے پچھنے لگوانے اور لگانے والے دونوں کے لیے فساد صوم کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔ جبکہ دوسری حدیث جو کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مطابق رسول اللہ ﷺ کا اپنا عمل مبارک پہلی حدیث (شداد بن اوس) کے متعارض ہے اور یہ عمل فتح مکہ کے دو سال بعد یعنی حجۃ الوداع کے موقع پر ثابت ہے۔ پس ان دونوں روایات اور ان کی تاریخ کو سامنے رکھتے ہوئے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت شداد بن اوس کی حدیث پہلی ہے جو کہ منسوخ ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت بعد کی ہے جو کہ ناسخ ہے۔ اسی بات کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ان الفاظ کے ساتھ بیان فرماتے ہیں: "فَإِنْ كَانَا ثَابِتَيْنِ فَحَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ نَاسِخٌ، وَحَدِيثُ إِفْطَارِ الْحَاجِمِ وَالْمَحْجُومِ مَنْسُوخٌ" "پس اگر دونوں حدیثیں ثابت بھی ہو جائیں تو حدیث ابن عباس ناسخ ہو گی اور حدیث «أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُومُ» منسوخ ہو گی۔"(51) لہذا جب اس بحث سے ایک حدیث کا ناسخ اور دوسری کا منسوخ ہونا ثابت ہو گیا تو اب بظاہر متعارض نظر آنے والی احادیث میں تعارض و تناقض نہ رہا۔

References

1- Al Johari, Abu Nasar Ismail bin Hamad, *Asiha Taj-ul-lughah wa Siha al arabiya lil Farabi,* (Beirūt: Dār al-Ilam lil-Malayeen), 3:1199.

2-Surah Al-Qiyamah, Verse:3.

3-Az-Zamakhshari, Abu-ul-Qasim Mahmood bin Aamar bin Ahmad, *Alkashaf un Haqaiq Ghawamiz al-Tanzeel*, (Dar-ul-Kutab Al-Arabi), 4:659.

4-Al-Tabri, Muhammad Bin Jareer Bin Yazeed, *Jamih al-Bayan Fi Taweel al-Quran,*(Dar-e-Hijar), vol:24, p:50.

5-Ash-Shafi, Abu Abdullah Bin Muhammad Bin Idrees, *Ikhtalaf Al-Hadith,* (Beirūt: Dār al-Marafah), P677.

6-*Ikhtalaf Al-Hadith, lil-Shafei*, P677.

7-*Ikhtalaf Al-Hadith, lil-Shafei*, P677.

8 -Allamah Abdusstar Saeedi, *Taaleem Al-Mantiq*, (Lahore: Markazi Office tanzeem al-Madaris), P52.

9-Usama bn Abdullah Khayat, *Mukhtalif-Al-Hadith wal-Asooliyeen al-Fuqaha,* (Dar-e-Ibn-e-Hazam), p159.

10-*Mukhtalif-Al-Hadith wal-Asooliyeen al-Fuqaha,* p159.

11-*Ikhtalaf Al-Hadith, lil-Shafei*, P677.

12 -Al-Aamdi, Abu Al-Hussan syed-al-din Ali, *Alahkam fi Asool-al-ahkam*,(Beirūt: Dar-al-Afaq al Jadidah), 3:102.

13-*Al-Muojam al Waseet*, (Lahore: Maktabah Rahmaniyah), p1142.

[14]-Ash-Shoqani, Muhammmad bin Ali bin Muhammad, *Irshad al-Fahool ala Tahqiq al Haq Min Ilm al-Asool,* (Dar-al-Kitab Al Arabi), 2:49.
[15] -Al-Ghizali, Abu Hamid Muhammad Bin Muhammad, *Al-Mustasfa*, (Dar-al-Kutab Al-Ilmiyah), P:86.
[16]-*Al-Mutamid Fi Asool al-Fiqah*, P:364.
[17]-*Surah Al-Baqarah*, V:106.
[18]-*Jamea Al-Bayan Fi Taweel Al-Quran*, 2:472.
[19]-*Al-Kashaf un-Haqaiq Ghawamiz al-Tanzeel*, 1:176.
[20]-*Surah Al-Hajj*, V:52.
[21]- *Al-Kashaf un-Haqaiq Ghawamiz al-Tanzeel Lil Zamakhshari*, 3:165.
[22] -Qazi Ayaz Bin Musa, *Al-Shifa be-Taareef Haqooq Al-Mustafa,* (Uman: Dar-Al-Fiha), 2:293.
[23]-*Surah Al-Jasiyah*, V:29.
[24]-*Jamih Al-Bayan Fi Taweel Al-Quran Lil-Tabri*, 22:84.
[25]- *Al-Kashaf un-Haqaiq Ghawamiz al-Tanzeel Lil Zamakhshari*, 4:293.
[26]-*Muqadmah Ibn-Al-Salah*, (Beirūt: Dar-Al-Fikar Al-Moaasir), P:277.
[27] -*Fatih Al-Mughis be-Sharah Alfiya-tul-Hadith Lil Iraqi*, (Eygept: Maktabah Al-Sannah), 4:48.
[28] -Abdul-Aziz Bin Ahmad Bin Muhammad, *Kashaf Al-Israr Sharah Asool Al-Bazdavi*, (Dar-Al-Kitab Al-Islami), 3:156.
[29]-*Ikhtalaf Al-Hadith, lil-Shafei*, P:640.
[30]-*Ikhtalaf Al-Hadith, lil-Shafei*, P:640.
[31]-*Ikhtalaf Al-Hadith, lil-Shafei*, P:640.
[32]-Ibn-e-Manzūr al-Afrīqī, *Lisān al-ʻArab* (Berot: Dar-e-Sadir), 2: 445.
[33]-Al Johari, Abu Nasar Ismail bin Hamad, *Muntkhib Min Siha aljohari*, 1/1802.
[34]-Shamash-ud-Din Muhammad bin Muhammad, *Al-Taqreer wa-Tahbir al-Tahreer al kamal*(Dar-ul-Kutab al Ilmiya), 3/17.
[35]-*Al Ahkam fi Asool Al Ahkam lil Aamdi*, 4:239.
[36]-*Nihayat-ul-Sool Sharah Minhaj-ul-Wasool lil Asnavi*, 1:374.
[37]-*Nihayat-ul-Sool Sharah Minhaj-ul-Wasool lil Asnavi*, 1:374.
[38] -Abu Bakar Muhammad Bin Mosa, *Al Iatibar fi alnasikh wal Mansookh min alasaar,* (Dakkan, Hadar Abad: Dairah Al- Muaarif Al-Usmaniya), p22.
[39] -Abu Al-Fazal Zain Al-Din Abur-Rahman, Al-*Taqyeed Wal-Aizah Sharah Muqadnah Ibn -e-Al-Salah*, (Al-Maktabah Al-Salfiya Bil-Madinah), 1:289.
[40]-Al-Nowavi, *Tadreeb Al-Rawi Fi Sharha Taqreeb Al-Nowavi*, (Dar-e-Tayyabah), 2:655.
[41]-Muhammad Jamal -Al-Din Bin Muhammad, *Qawaid Al-Tahdith Min Fanoon Mustalah Al-Hadith,* (Beirūt, Lubnan: Dar-Al-Kutab Al-Ilmiyah) P, 313.
[42]-*Ikhtalaf Al-Hadith, lil-Shafei*, P:633.
[43]-*Ikhtalaf Al-Hadith, lil-Shafei*, P:633.
[44]-*Ikhtalaf Al-Hadith, lil-Shafei*, P:633.
[45]-*Ikhtalaf Al-Hadith, lil-Shafei*, P:633.
[46]-*Ikhtalaf Al-Hadith, lil-Shafei*, P:633.
[47]-*Surah Al-Baqrah*, V:238.
[48]-*Ikhtalaf Al-Hadith, lil-Shafei*, P:633.
[49]-*Ikhtalaf Al-Hadith, lil-Shafei*, P:633.
[50]-*Ikhtalaf Al-Hadith, lil-Shafei*, P:677.
[51]-*Ikhtalaf Al-Hadith, lil-Shafei*, P:640.